۲۔ سیدنا امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ

تاریخ ولادت: دس سال قبل از نبوت　　　　مولد: مکہ مکرمہ

تاریخ وفات: ۱۸یا۲۱؍رمضان المبارک ۴۰ھ　　　　مدفن: نجف اشرف

سیدنا امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہنے، اور ہر وقت ساتھ رہنے، اور نسبی قرابت کا جو شرف حاصل ہے، وہ کسی اور کو حاصل نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں انہوں نے پرورش پائی۔ جب اِن کی عمر ایک روایت کے مطابق آٹھ سال، ایک روایت میں نو سال، ایک روایت کے مطابق دس سال کی ہوئی، یہ تین روایتیں ہیں، اس وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوتا ہے۔ اور یہ اپنے معمول کے مطابق، جس طرح روز خدمت میں پہنچتے تھے، تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درِ دولت پر پہنچے وحی اُترنے کے دوسرے دن، اِقْرَأْ بِاسْم کے نزول کے دوسرے دن۔ تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز میں مشغول ہیں۔

یہ اساتذۂ حدیث کو تو اشکال ہوگا کہ نماز تو بعد میں آئی ہے، لیکن فرضیت سے پہلے بھی غارِ حراء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہوں گے۔ اس روایت کے مطابق نزول وحی کے بعد اگلے دن نماز پڑھ رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا معمول ہر سال کے لئے مقرر فرمایا تھا، ایک مہینہ غارِ حراء میں اعتکاف کا معمول تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں ہر سال ماہ مبارک میں ایک مہینہ کا اعتکاف فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب عمر شریف چالیس سال ہوئی، اور ایک روایت کے مطابق تینتالیس برس ہوئی جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر

اقرأ بسم کی یہ وحی نازل ہوئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگلے دن حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کے مکان پر پہنچتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ پوچھتے ہیں کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بتایا کہ یہ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ چھوٹا سا بچہ آٹھ، نو یا دس سال کی عمر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سمجھا رہے ہیں۔ اور جواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ عرض کرتے ہیں کہ پھر میں اپنے ابا جان سے پوچھوں گا اور جس طرح آپ کرتے ہیں میں بھی کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک ہماری اجازت نہ ہو، ہمیں پوچھے بغیر کسی کو نہ بتائیں کہ ہم کیا کر رہے تھے، ورنہ یہ سب مخالف ہو جائیں گے۔

ایک دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اُس وقت روکا کہ ابو طالب کو نہ بتائیں، مگر اسی روکنے کا نتیجہ ہوا کہ بعد میں جب علانیہ دعوت شروع ہوئی، علانیہ جوق در جوق سب اسلام میں داخل ہونے شروع ہوئے، ابو طالب سب کچھ دیکھتے رہے، مگر ان کو توفیق نہیں ہوئی۔

آخری سکرات کا وقت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچتے ہیں، چچا جان بیمار ہیں، مر رہے ہیں، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر دعوت دیتے ہیں کہ یَا عَمِّ! ایک دفعہ، میرے چچا! میرے کان میں آپ کہہ دیں لا الٰہ الا اللہ کہ میں اللہ کے یہاں درخواست کر سکوں کہ میرے سامنے انہوں نے کلمہ پڑھا تھا۔

دوسری طرف ابو جہل روکتا ہے۔ اخیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے نکلنے کے بعد ایمان کے بغیر اس جہان سے جب رخصت ہو جاتے ہیں، اتنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیچھے دوڑے ہوئے آئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی اپنا باپ ہونے کے باوجود کتنی نفرت کہ یا رسولَ اللّٰہ! اِنَّ عَمَّکَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ، کہ آپ کا گمراہ چچا مر گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو گڑھا کھود کر پھینک دو۔ کافر کو دفن تو کریں گے، مگر تعظیم کے ساتھ اٹھا کر کے نہیں۔ بلکہ فرمایا کہ اس کو گڑھے میں پھینک دو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اس وقت عمر دس برس تھی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد محترم ابو طالب کی کافی ذمہ داریاں تھیں۔ ان کی ذمہ داریوں کو دیکھتے ہوئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چچا جان حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک مشورہ کرتے ہیں کہ ہمارے چچا جان ابو طالب نے خاندان کے لئے بڑی قربانیاں دی ہیں، ان کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں، اولاد زیادہ ہے، اور ان پر بہت بوجھ ہے، اس لئے ہم تھوڑا سا انہیں سہارا دیتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کے بچوں میں سے کسی کی، غالباً عقیل کی ذمہ داری اپنے سر لی۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کے ایک بچہ کی پرورش اپنے ذمہ لی۔ یہ بچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ اسی عمر سے انہیں یہ شرف حاصل ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پلیں بڑھیں۔

اس کے بعد قصہ سنایا تھا کہ آٹھ نو برس کی عمر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اقرأ باسم نازل ہوتی ہے، نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر پوچھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ یہ کیا کر رہے ہیں؟ اس کے بعد اللہ تعالی نے ان کے لئے انعامات کا دروازہ یہیں سے کھول دیا۔

ابو طالب کو اسلام کی دعوت

شروع میں ایمان لانے کے بعد چپکے چپکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے رہے۔ لیکن ابھی کسی کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اسلام کا پتہ نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ علی! کسی کو بتانا نہیں، ابّا جان کو بھی نہیں۔ مگر ابّا جان نے ایک دفعہ دیکھ لیا کہ تینوں نماز پڑھ رہے

ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ، تو ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً صاف صاف انہیں دعوت پیش کی کہ چچا جان! یہ سب معبود باطل ہیں، معبود حقیقی ایک وحدہ لاشریک ہے، اس پر ایمان لے آؤ۔

چچا جان کا پہلی دعوت پر، پہلے دن جو جواب تھا، وہ کل بتایا تھا، مرتے وقت بھی وہی جواب تھا کہ بھتیجے! میں اپنے خاندان کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔ لیکن آگے انہوں نے ایک بڑی پیاری بات کہی۔ انہوں نے کہا کہ اب تم جو کام کر رہے ہو وہ کرتے رہو، میری مدد اور نصرت تمہارے ساتھ رہے گی۔

ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی پوچھا۔ بیٹے نے بھی صاف صاف جواب دیا کہ میں ایمان لا چکا ہوں، تب ان کو بھی ابو طالب نے بڑی پیاری بات فرمائی۔ فرمایا کہ یہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرف رہبری فرماتے ہیں، ان کا اتباع تمہارے لئے ہر طرح سے خیر اور بہتر ہے، ان کے ساتھ لگے رہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہجرت کے موقع پر

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ لگے رہے، لگے رہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ہجرت کی نوبت آتی ہے، قریش کے دار المشورۃ میں، دار الندوۃ میں مشورہ ہوتا ہے کہ ہر خاندان کا ایک ایک آدمی ہمیں دے دو اور ہم سب مل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہو جاتی ہے اور اس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر لٹا دیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم **وَ جَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ**، پڑھتے ہوئے مٹی اٹھا کر ان پر پھینک کر تشریف لے جاتے ہیں۔ ان کو پتہ بھی نہیں چلا، جیسے بدر میں پھینکی تھی، احد میں پھینکی

تھی، حنین میں پھینکی تھی، **وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى.**

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد کسی باہر سے آنے والے مسافر نے قریش کو جب چاروں طرف سے مکان کو گھیرے ہوئے دیکھا تو وہ مسافر آکر ان سے کہتا ہے کہ یہ کیا ہورہا ہے؟ کہنے لگے کہ ان کو آج قتل کرنا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ تو ادھر سفر پر ہیں، مجھے فلاں جگہ ملے۔

اب یہ سارا لشکر تلاش کرنے کے لئے ادھر دوڑتا ہے۔ پھر کچھ لوگ ادھر مکان کی جب تلاشی لیتے ہیں، تو دیکھتے ہیں کہ بستر پر حضرت علی ہیں۔ اب آپ سوچیں کہ جس کی عمر اٹھارہ، انیس برس ہے اور موت یقینی ہے اور اتنا بڑا لشکر مکان کو گھیرے ہوئے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلہ قتل کے لئے اپنے آپ کو خدا کے حضور میں پیش کررہے ہیں کہ **فداءً لک یا رسول اللّٰه.**

وہاں عرب میں یہ کلمہ تفدیہ نہیں تھا۔ میں نے کہا کہ یہ عشق اور محبت کے تمام اصول اور قوانین اور آداب کے ایجاد کرنے والے صحابہ ہیں، تو یہ فدا، فَدَيْتُکَ، اور یہ **فِداءً لک یا رسول اللّٰه**، یہ صحابۂ کرام کی ایجاد ہے۔ اور یہ عملی طور پر ایجاد کرنے والے سب سے پہلے کون؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر نہ صرف لیٹے، فرماتے ہیں کہ میں تو سو گیا اور نیند آگئی:

بسترِ احمد شبِ ہجرت دے رہا ہے یہ صدا
اے علی! مردوں کو ایسی ہی نیند چاہئے

کسی شاعر نے، غالبًا مولانا محمد ثانی مرحوم نے اس قصہ کو غور سے دیکھا۔ ہم نے حضرت مولانا محمد ثانی شہید مرحوم کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ میں رمضان المبارک کے عشرۂ وسطیٰ کی آخری راتوں میں، دار جدید کی مسجد کی صحن میں، چلہ کی سردی کے ایام میں، چاشت کے وقت ایک سے زائد دفعہ دیکھا ہے۔ کبھی تو تلاوت، کبھی عبادت میں مصروف، اور کبھی ململ کے کرتہ کی آستینیں نصف کلائی تک چڑھی ہوئی اپنے پیر و مرشد کی صحبت میں موجود علماء، عباد و زہاد کے مجمع

کو دیکھ رہے ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں۔ پھر انہیں تصورات کو انہوں نے اپنے الفاظ میں نظم میں بھی پرویا تھا۔

ایسے ہی یہاں بھی اسی طرح سوچ کر انہوں نے ہجرت کا نقشہ کھینچا:

بسترِ احمد شبِ ہجرت دے رہا ہے یہ صدا
اے علی! مردوں کو ایسی ہی نیند چاہیئے

ہم لوگ ہر چیز سرسری پڑھتے ہیں، ہر چیز سرسری سنتے ہیں۔ شاعر نے سوچا کہ الٰہی! جس کو پتہ ہے کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے جائیں گے، نکل جائیں گے، سارا لشکر جب مکان کی تلاشی لے گا، تو میری ایک ایک بوٹی الگ کر دے گا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹے ہوئے ہیں۔

اول تو لشکر تھوڑا ہی دیکھتا ہے کہ کون لیٹا ہوا ہے، مارنا شروع کرے گا یہ سمجھ کر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ قتل ہو جاؤں گا، اور اگر لشکر کو پتہ بھی چلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے گئے، تو پھر بھی ان کے نزدیک یہ جرم ہے کہ تم بھی ان کا ساتھ دینے میں شریک ہو۔ تب کون مجھے بچا سکے گا؟ اس طرح یقینی موت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔

شاعر سارے واقعہ کی نزاکت کو سوچ کر کے کہتا ہے کہ

بسترِ احمد شبِ ہجرت دے رہا ہے یہ صدا
اے علی! مردوں کو ایسی ہی نیند چاہیئے

جو مرد ہوتے ہیں انہیں کیا؟

دار العلوم میں ہمارے یہاں شروع میں بہت ستاتے تھے، کوئی دن خالی نہیں جاتا تھا، حملے ہوتے تھے۔ تو میں مثال دیا کرتا تھا، افریقہ میں شیر دیکھے تھے، کھلے جنگل میں ان کو پتھر مارے تھے، تو میں کہا کرتا تھا کہ جو مسلمان ہیں ان کو تو اس طرح جینا چاہیئے، وہ تھوڑے ہی ایسی چیزوں

سے ڈر جاتے ہیں۔شیر تو ایک مثال کے طور پر اس کا نام لیا جاتا ہے ورنہ شیر کا کیا تعلق اور صحابہ کرام کی دلیری سے اسے کیا مناسبت؟

غرض اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سو گئے۔ پھر جب اٹھ کر دیکھا کہ سارا لشکر چلا گیا، تو جو ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ یہ ودائع اور امانتیں ہیں، ان کو ان کے مالکوں کے حوالے کر کے مدینہ آپ کو پہنچنا ہے، تو امانتوں کو پہنچا کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدینہ منورہ کے لئے رخصت ہوتے ہیں۔

جب مدینہ منورہ پہنچے، تو پیر لہولہان، زخمی ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک ان کے زخموں پر لگایا، تو اب ان کے پیر waterproof,fireproof نہ معلوم کیا کیا ہو گیا۔ ساری عمر کے لئے ہر طرح کے امراض و تکالیف دور ہو گئے۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہجرت ہے۔

یہ لمحہ ہمارے نوجوانوں کے لئے قابلِ عبرت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی آپ کی عمر کے تھے، اٹھارہ انیس برس کے ٹین ایج (teenage) کے تھے اور پیدل مکہ مکرمہ سے وہاں تک مدینہ منورہ پہنچے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی گئی کہ یا رسول اللہ! علی پہنچ گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاؤ ان کو! فرمایا وہ نہیں آسکتے، ان کے پیر زخمی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر اپنا لعاب مبارک لے کر جیسے ہی ملا ہے، تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میرے جسم کے کسی اور حصہ میں تکلیف رہی ہوگی، میرے پیروں میں زندگی بھر کسی طرح کوئی تکلیف نہیں رہی۔ سردی، گرمی، کانٹے، پتھر، آگ، کسی چیز سے میرے پیروں میں، تلوے میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک ہمیں بھی نصیب فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات عالیہ کا خاص حصہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نکاح

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ ہی میں مقیم ہو جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی بھی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کی طرح پرورش فرمائی ہے، اس لئے وہاں بھی کاشانۂ نبوت میں قیام ہے۔

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ کے خِطبہ کے متعلق پوچھا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی طرح کی درخواست کی تھی، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اس خیال کو بار بار روکتا رہا، بالآخر ایک دفعہ میں نے رشتہ کے لئے زبان کھولی اور عرض کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی، تمہارے پاس کچھ ہے؟ یعنی یہ تو گویا آپ کی منگنی تو قبول مقبول ہوگئی، اب مہر میں کیا دو گے؟ عرض کیا کہ یارسول اللہ! کچھ بھی نہیں ہے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یاد دلاتے ہیں کہ علی، میں نے آپ کو ایک زرہ دی تھی۔ فرمایا کہ ہاں، وہ زرہ تو ہے۔ فرمایا کہ وہی دے دو۔ تو ایک وہ زرہ۔ خود شیعہ کی، جو شیعوں کی معتبر کتابیں سمجھی جاتی ہیں، اس میں بھی اس زرہ والے واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح کے ذیل میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ کیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عقد میں آئیں۔

وہ خود ہی روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد دلایا کہ وہ زرہ؟ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ زرہ تو میرے پاس ہے۔ ان کی، شیعہ کی روایت میں لکھا ہے کہ حضرت علی فروخت کرنے کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس زرہ لے کر جاتے ہیں۔ وہاں پہنچے، انہوں نے تقریباً پانچ سو دراہم میں اس زرہ کو خرید لیا اور اپنی طرف سے وہ رقم چار سو نوے پیش کر دی۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہ رقم لے کر جانے لگے، تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آپ کی زرہ بھی واپس لے جایئے۔ اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو وہ زرہ ہدیہ فرمادی۔ ختنین کا آپس کا تعلق شروع دن سے لے کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت تک یہی رہا۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کا زہد

اور شیعوں کی روایات کہتی ہیں، ہمارے یہاں تو ہے ہی، کہ اس طرح نکاح ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چار پائی، ایک چھاگل اور دو مٹی کے برتن پانی بھرنے کے لئے، اور ایک صراحی، ایک چکی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی، اور جو چار پائی تھی یا ان کی، تو اس پر بچھانے کے لئے ایک چمڑا دباغت کیا ہوا۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کا بیان ہے کہ وہی چمڑا ہمارا بستر تھا، اور ہم بکری کو جب چارہ دیتے تھے، بکری کو جب چارہ کھلاتے تھے تو اسی چمڑے پر ڈال دیتے تھے، چارہ بھی اسی پر وہ کھاتی تھی اور ہمارا بستر بھی وہی چمڑا تھا۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر کی یہ کُل کائنات ہے۔

پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قیام تھا، نکاح ہو جاتا ہے، اب سوال ہے کہاں رہیں؟ حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا نے اس تنگی کو محسوس فرما کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمیں کوئی الگ مکان مل جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی تو ہمارے پاس نہیں ہے۔

ایک انصاری صحابی، حضرت حارثۃ النعمان رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان مکانات کے سلسلہ میں خدمت انجام دی تھی۔ اس لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے یاد دلایا کہ یا رسول اللہ! حضرت حارثہ کے مکان یہاں اور بھی ہوں گے، ان سے فرمادیں۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ، حضرت حارثہ کو کہنے سے مجھے اب شرم آتی ہے۔اُن کو پتہ چل گیا حضرت حارثہ کو، تو انہوں نے آ کر مکان پیش کیا۔اور اُس مکان کے معنی ایک حجرہ، اس میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ منتقل ہو گئے ۔ یہ تو شادی کا سلسلہ انجام پایا۔

اب مکہ مکرمہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ،تو جب یہاں پہنچے ہیں تو کلمات ترحیب جو آپ سنتے ہیں طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا، تو یہ سچ مچ طَلَعَ الْبَدْرُ ،یعنی یہ شاعری اور مبالغہ نہیں ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر مدینہ طیبہ تشریف لا رہے ہیں، مدینہ میں داخل ہو رہے ہیں، اور اُدھر ربیع الاول کا چاند طلوع ہو رہا ہے، مگر اُس ہلال کو دیکھنے کے بجائے وہ اِس مدینہ منورہ میں طلوع ہونے والے بدر تام کی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے ہیں اور گا رہے ہیں، طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اسلامی تاریخ شروع کی ،تو یہاں سے ہجرت سے کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس تاریخ کو مدینہ منورہ ہجرت فرما کر تشریف لائے ہیں۔

یہاں ہجرت کے بعد جب ایک سال گذر جاتا ہے، اور دوسرا سال آتا ہے، تو دوسرا سن ہجری آیا، اور مکہ والوں کو پھر کھجلی شروع ہوئی۔ انہوں نے تیاریاں کر رکھی تھیں جب آپ صلی اللہ علیہ و سلم کو پتہ چلا، اور قریش کا قافلہ گذر رہا تھا جس کا قائد ابوسفیان تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ انہوں نے تمام مہاجرین کی جائدادیں وہاں مکہ میں ضبط کر رکھی ہیں، تو ابوسفیان سے مل کر بات کی جائے، مگر اُن کی ہی شرارتوں کے نتیجہ ہی میں جنگ بدر واقعہ ہوئی۔ اگر چہ جنگ بدر کی تاریخ میں ابھی بیان نہیں کر رہا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہاں کہاں تھے، یہ صرف عرض کرنا مقصود ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنگ بدر میں

اب جنگ بدر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ پہنچ گئے۔اور وہاں جب دونوں لشکر مقابل ہوئے، ادھر یہ تین سو تیرہ ڈنڈے والا لشکر، اُدھر، مسلح، زرہ، اور نیزے اور تلواروں سے لیس لشکر قریش کا تھا۔اس وقت جتنے اسلحے اُن کو مل سکتے تھے، اُن سب کے ساتھ مسلح ان کا لشکر تھا۔دونوں آمنے سامنے ہوئے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو دعا فرمائی۔

صبح پھر جب جنگ شروع ہونی تھی، تو سب سے پہلے کفار میں سے مبارز نکلتا ہے۔تو اُس زمانہ میں دستور یہ تھا کہ لشکر جب آمنے سامنے ہو جاتے، تو دونوں لشکروں میں جو سب سے بڑے بہادر ہوتے، وہ پہلے تلوار لے کر میدان میں کودتے تھے کہ آجاؤ! چیلنج کرتے تھے۔عتبہ، شیبہ اور ولید، تین اُدھر سے نکلتے ہیں، پکارتے ہیں هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ؟

اِدھر مسلمانوں کی طرف سے بھی ان کے مقابلہ کے لئے تین حضرات میدان میں آتے ہیں۔عتبہ کے مقابلہ کے لئے حضرت عبیدہ ابن الحارث رضی اللہ تعالی عنہ نکلے، شیبہ کے مقابلہ کے لئے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ نکلے، اور ولید کے مقابلہ کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نکلتے ہیں۔

یہاں سے اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جوہر شروع ہوتے ہیں۔اور جنہیں فاتح خیبر کہا جاتا ہے، جیسا کہ ابھی میں نے بتایا کہ حضرت علی کی صرف بیس، اکیس سال کی عمر ہے۔اُس کی بناء پر ولید جیسے بہادر کو بھی شرم آرہی تھی کہ یہ بچہ، ہمارے سامنے آرہا ہے، کوئی کیا کہے گا کہ ان کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔مگر اس موقع پر بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک وار ہی میں، اپنے مقابل کا کام تمام کر دیا۔بلکہ جو حضرت عبیدہ زخمی ہوئے تھے، اور جن کا مقابل عتبہ تھا، اُس کو مار کر ختم کر کے حضرت عبیدہ کو زخمی حالت میں حضرت حمزہ کے ساتھ میدان سے باہر لائے ہیں۔تو یہ جنگِ بدر کی شرکت ہے۔

یہ جنگ بدر ہوئی اور یہ one ہوا۔ یہ ,one,two,three یہ آپ کی کھڑکیاں گنئے، کتنی ہیں، سب کھڑکیاں چاروں طرف دیکھئے کیسی ہیں؟

میں نے لندن از ہرا کیڈمی میں ایک دفعہ بتایا تھا کہ دیکھو، ہمیں شرم آنی چاہئے کہ یہ جن کے متعلق منبروں پر گلا پھاڑ پھاڑ کر کہا جاتا ہے کہ یہاں یورپ میں تم دین پھیلاؤ، اُن کا مذہب مردہ ہو چکا ہے، ختم ہو چکا ہے۔ نو وارد بیچارے مہمان، اُن کو کیا پتہ، مذہب مردہ ہو چکا ہے اور ختم ہو چکا ہے، اِن کے تو رگ و پے میں نصرانیت اور مسیحیت ہے، ہر جگہ صلیب آپ کو نظر آئے گی، ہر جگہ تثلیث آپ کو نظر آئے گی۔

اب جتنے آپ کارپٹ لائیں گے اس میں کروس ہوگا، آپ جو کوئی کپڑے خریدیں گے، دسترخوان خریدیں گے، کہیں کوئی چیز دیکھیں گے اس میں ایک چیز کے تین تین عدد فوٹو ہوں گے، تین چمچ ہو گے، تین گلاب کے پھول ہوں گے، تین پتیاں ہوں گی، تین تین، ہر چیز میں تین تین، تثلیث ہی کا ماحول بنایا گیا ہے۔

یہ تمام جو کھیل ہیں، ایجاد کرنے والے کون ہیں؟ میں نے ایک جگہ تقریر کی تھی، میں نے کہا تھا اُس وقت وہاں شاید لندن میں، کوئی میچ بھی ہو رہا تھا، شاید پاکستان کی ٹیم team یہاں کھیل رہی تھی، تو میں نے کہا کہ دیکھو، کتنے شوق سے مسلمان بھی کھیل رہے ہیں، اُن کو پتہ نہیں کہ اس گیم کے ایجاد کرنے والے کون ہیں۔

میں نے کہا یہ کرکٹ تو چرچ church کی ایجاد ہے۔ کہ چرچ church نے اس کو ایجاد کیا ہے، کہ تین سٹمپ stumps ہوتے ہیں اور stumps کو bowler گیند پھینک کر گرانے کی کوشش کرتا ہے، تو ٹریننگ دی جاتی ہے کہ اِس تثلیث کو بچاؤ، اس کو گرنے نہ دو۔ اگر تم نے اس کو گرنے دیا اور سٹمپ stumps پر گیند لگی تو تم کو ہم آؤٹ out کر دیں گے۔ ہم ہمارے حلقہ سے نکال دیں گے کہ تم نصرانی نہیں ہو، کہ تم تثلیث کو نہیں بچا سکتے۔ تو یہ تثلیث کو بچانے کے لئے کھیل کے ذریعہ ذہن بنایا جاتا ہے۔

یہ ذہن ہر جگہ آپ دیکھیں گے۔ کہ جو یہاں تین کھڑکیاں ہیں، وہ تو جو پلان بناتے ہیں، اور Architect جس طرح پلان بناتا ہے، تو اس طرح بلڈنگ بن جاتی ہے۔ نہ میں نے اس وقت غور کیا تھا، نہ آپ کا ذہن اس طرف گیا ہوگا، ہزار دفعہ آپ نے اس پر نگاہ کی ہوگی۔

اس ملک میں ہم رہ رہے ہیں، ہمیں رہنا ہے، تو میں نفرت پیدا کرنے کے لئے نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ ہمیں ان سے عبرت حاصل کرنی چاہئے کہ یہ اپنی تثلیث کا کتنا فکر کرتے ہیں، اور اس کے لئے کتنا ماحول بناتے ہیں کہ ہر وقت دل و دماغ میں تثلیث بسی رہے۔

اس لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ کے واسطے اپنا ایمان بچانے کے لئے، ہر وقت اپنے آپ کو مشغول رکھو کہ تمہارا سانس ایسے اندر جا رہا ہے تو اللہ، چھوٹ گیا تو ھُو، **اللّٰہُ ھو**. جس طرح کہ یہ ایک ماحول بناتے ہیں، اس طرح ماحول بناؤ، اپنے کو آپ خود بنا سکتے ہو۔

ایک دفعہ مفتی صاحب نوجوانوں کا وفد لے کر عمرہ کے لئے جا رہے تھے، تو انہوں نے فون کیا کہ کوئی نصیحت؟ میں نے کہا کہ اگر ہو سکے تو آپ ایسا کیجئے کہ وہاں مدینہ طیبہ میں، جب آپ ہوٹل سے نکلیں اور باہر زمین پر قدم رکھنا شروع کریں، تو آہستہ آہستہ چلئے، ایک قدم اُٹھا کر سوچئے یا زبان سے کہئے کہ **صلی اللّٰہ علیک** اور جب آپ کا پیر زمین پر پڑے، تو **یا رسول اللّٰہ، صلی اللّٰہ علیک ، یارسول اللّٰہ، صلی اللّٰہ علیک ،یا رسول اللّٰہ، صلی اللّٰہ علیک ،یا رسول اللّٰہ.** اس طرح ہر قدم پر اس کا مراقبہ کر سکتے ہیں۔

یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تذکرہ چل رہا ہے، میں بیان میں ہمیشہ ادھر اُدھر، بھٹک جاتا ہوں۔ تو یہ میں نے اس پر کہا تھا one, two, three۔ کہ یہ جنگ بدر one ہوگیا۔ قریش کو کھجلی اُٹھی اور مکہ والے ایک ہزار کا لشکر لے کر بدر میں آئے۔

اسلام پر بڑا الزام یہ ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے، حالانکہ اس جنگ بدر میں بھوکے، پیاسے، ننگے سر، ننگے بدن، غیر مسلح ننگے ہاتھ پاؤں والی ایک جماعت تھی۔ اس لئے خدا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضعف کی دُہائی دی تھی، جیسے طائف میں دی تھی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ

اَشْکُوْا اِلَیْکَ ضُعْفَ قُوَّتِیْ الخ۔اس طرح یہاں جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھے تو یہ کلمات سنے گئے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ حُفَاۃٌ فَاحْمِلْھُمْ وَجِیَاعٌ فَأَشْبِعْھُمْ وَعَالَّۃٌ فَأَغْنِھِمْ مِنْ فَضْلِکَ۔انہیں دعاؤں کے نتیجہ میں پھر بنفس نفیس جبریل امین کو اتارا گیا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: **اَبْشِرْ یَا اَبَا بَکْر!** کہ جبریل امین گھوڑے پر سوار آگئے۔

لیکن اچھی طرح پٹائی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اِن کو ایک تازیانہ دیا، مکہ والوں کو صرف ابھی تو ایک کوڑا لگا کہ اگر عقل ہے تو سمجھ جاؤ، کہ تم نے دیکھا تھا کہ وہ تو نہتا لشکر تھا کہ جس کو لشکر بھی نہیں کہہ سکتے، بلکہ نہتی جماعت تھی، اور تمہارا تو ایک ہزار کا منظّم لشکر تھا۔تم انہیں شکست نہ دے سکے اور قیامت تک نہیں دے سکو گے۔

اُن کو عبرت کے طور پر تازیانہ کے طور پر شکست ملی کہ تم اپنے کفر اور شرک سے باز آجاؤ۔ایک مہلت، سوچنے کا موقعہ دیا گیا۔یہ ایک سبق تھا، مگر اُن کی قسمت میں برے دن لکھے ہوئے تھے، تو ایک سال گذار کر کے، بیچ میں ایک سال چھوڑ کر کے قریش پھر واپس آگئے۔بدر سے بڑا لشکر لے کر اُحُد میں آگئے۔مسلمان بھی اُحد میں پہنچ گئے۔میں اُحُد کی تاریخ بیان نہیں کر رہا، صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرکت بتانی مقصود ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنگ اُحد میں

یہاں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے اپنے جوہر دکھائے، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح سے۔مسلمانوں نے کفار کو شکست دے دی اور وہ بھاگ رہے تھے۔عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی، ایک جگہ ان کو کھڑا کیا گیا تھا، اس جماعت کی غلطی کی وجہ سے خالد بن ولید نے پلٹ کر دوبارہ مسلمانوں پر حملہ کیا۔اور جو فتح تھی، وہ شکست میں بدل گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک، چہرہ انور پر دور سے ایک پتھر آ کر لگا۔ ہونٹ مبارک زخمی ہوئے، دو دانت مبارک کا تھوڑا تھوڑا حصہ گر گیا۔ دانت مبارک شہید نہیں ہوئے، یہ جو کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دندانِ مبارک شہید ہوئے یہ صحیح نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام دانت تھے، صرف یہ سامنے کے اوپر والے جو دو دانت ہیں، اُن دو کے بیچ میں سے، تھوڑا حصہ اِس دانت کا، تھوڑا حصہ اُس دانت کا ٹوٹ کر گر گیا تھا۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت حسین جمیل تو تھے ہی، مگر یہ جو ذرا سا ٹوٹے ہوئے دانتوں والا حصہ تھا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کو دوبالا کر دیا تھا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکلم فرماتے تھے، تو ہم کیا دیکھتے تھے؟

جیسا میں نے بتایا تھا کہ صحابہ کرام ملائکہ کو اُترتا ہوا دیکھتے تھے، شیاطین کو دیکھتے تھے، جنا توں کو دیکھتے تھے، ہر چیز، جنت کو دیکھتے تھے، وہاں کی حوروں کو دیکھتے تھے، تو اسی طرح صحابہ کرام فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تھے، تو دونوں دانت کے بیچ میں جو ذرا سا فاصلہ ہو گیا تھا، ٹوٹنے کے وجہ سے، وہاں سے ہم ایک نور نکلتا ہوا دیکھتے تھے۔

یہ اُحد میں جب حملہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پتھر لگنے کے ساتھ ہی زمین پر گرے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فوراً پہنچ گئے، دوڑ کر آئے۔ ایک طرف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنبھالا، سہارا دیا۔ ایک طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سہارا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا کیا گیا۔

حضرت مالک ابن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اب زخم دھونے کے لئے کوشش ہو رہی ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ دوڑ کر جا رہے ہیں۔ اپنی ڈھال میں پانی لے کر آ رہے ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، چونکہ مدینہ منورہ ہی میں جنگ ہو رہی تھی، قریب ہی اُحد ہے، اس لئے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی پہنچ

گئی ہیں، وہ بھی نوجوان، حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی جوان۔ دونوں کی عمر میں، صرف ایک، ڈیڑھ سال کا فرق تھا۔ تو یہ نوجوان جوڑا، ابا جان کی خدمت کر رہا ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ پانی لے کر پہنچتے ہیں اور اُس پانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے زخم کو دھویا گیا۔

اور اس میں سب سے زیادہ کامیاب کون رہے؟ تمام تیمارداروں میں؟ حضرت مالک ابن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کامیاب رہے۔ وہ جلدی سے آگے بڑھے، انہوں نے دیکھا کہ پانی لایا جا رہا ہے، اور زخم کو ابھی دھو دیا جائے گا، اس لئے جلدی سے بڑھے اور جتنی جگہ خون چہرۂ انور پر تھا، سارا انہوں نے چاٹ لیا۔ کتنی بڑی حضرت مالک ابن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کامیابی! اس پر ارشاد ہوا جس جسم میں میرا خون گیا ہے اُسے جہنم کی آگ نہیں پہنچ سکتی۔

اب یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فُضَلاتِ مبارکہ کی ایک لمبی بحث ہے، آپ صلی اللہ علیہ کے فضلات مبارکہ۔ صحابہ کرام کو موقع ملا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی جاتے تھے۔ موقع ملا یہاں، مالک بن سنان نے خون چاٹ لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا حال کفارِ مکہ نے حدیبیہ میں جب دیکھا، تو واپس جا کر کے بیان کیا کہ تم کیا پوچھتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام تو ان کا لعاب بھی گرنے نہیں دیتے، اُس کو لے کر اپنے منہ پر مل لیتے ہیں۔ ایسے جاں نثاروں سے تمہیں پالا پڑا ہے، کب تک اُن کے ساتھ لڑو گے؟ تو اُحد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ کردار ہے۔

فاقوں کے باوجود فدائیت

پھر اور آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرماتے ہیں، حضراتِ حسنین آتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، ایک دفعہ گھر پہنچے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ بچے رو رہے ہیں، دیکھا کہ مسلسل رو رہے ہیں۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ گھر میں کھانے کے

لئے کچھ نہیں ہے، بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اچھا، میں ان کو باہر لے جاتا ہوں، یہاں روتے رہیں گے۔

چنانچہ ایک یہودی کے باغ میں پہنچے، تو جو کھجوریں، خشک ہوکر پکنے سے پہلے گر جاتی ہیں، تو وہ تو کیڑے مکوڑوں کی نذر ہو جاتی ہیں، تو اُن کو اُٹھا اُٹھا کر جمع کر رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ بیٹی، بچے کدھر؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ بھوک کی وجہ سے رو رہے تھے، کوئی چیز گھر میں نہیں تھی، اس لئے اُن کے ابا جان، اُن کو فلاں یہودی کے باغ کی طرف لے گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اُس باغ میں پہنچے، دیکھا کہ حسنین ہیں، ایک صراحی تھی پانی کی، اس سے کھیل رہے ہیں۔ اور اُن کے سامنے وہ ایسی کھجوریں جس کو کوئی جانور اور کیڑے مکوڑے بھی نہیں کھا سکتے کہ اُس میں صرف چھلکا ہے اور اُس کی گٹھلی ہے، ایسی کھجور اُن کی تسلی کے لئے سامنے رکھی ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی! بہت دھوپ ہوگئی، چلو، بچے دھوپ میں ہیں۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں تھوڑی سی دیکھتا ہوں کہ کوئی کھجوریں اُن کے کھانے کے قابل ہوں، وہ اکٹھی کرلوں۔

دیکھئے، صحابہ کرام نے دین ہم تک کیسے پہنچایا؟ کن لوگوں نے پہنچایا؟ کس حالت میں پہنچایا؟ اور اپنے ایمان کو کیسے بچایا؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُسی طرح فدا رہے۔ اُن کے عقیدہ، ایمان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا، کوئی ضعف نہیں آیا۔ یہ سوال پیدا نہیں ہوا کہ اگر یہ اللہ کے نبی سچے ہیں، تو اِن کے نواسے کیوں بھوک سے بِلک رہے ہیں؟ اِن کے نواسے کیوں بلبلا رہے ہیں؟ نہ پانی ہے، نہ کھجور ہے، نہ کھجور کا ایک دانہ اُن کو مل رہا ہے۔ یہ کیسے نبی؟ کبھی دل میں یہ سوال نہیں آیا۔

ہمیں تو ذرا سی بھی تکلیف ہوتی ہے، تو پہلا سوال، نشانہ، تیر جاتا ہے اللہ پر، کہ پتہ نہیں کہ وہ

ہے بھی کہ نہیں۔ اگر ہے تو دشمن کیوں اس وقت کتنے مسلمانوں کو قتل کر رہا ہے؟ جس طرح چاہے اُن کے ساتھ، اُن کی عصمتوں کے ساتھ کھیل رہا ہے؟ غرض یہودی کے باغ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ گھر واپس پہنچتے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فاقہ

ایک اور دن کا قصہ سنئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اپنے گھر میں ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا آ کر حضرت علی سے کہتی ہیں کہ علی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے وقت سے کچھ نہیں کھایا، اتنے وقت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فاقہ ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فوراً بھاگے، دوڑ کر تشریف لے گئے۔

جس طرح آج کل نوجوان جوب job کی تلاش میں پریشان ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اُنہیں بہتر سے بہتر، آسانی کے ساتھ جس میں رزق اور روزی مل سکے، ایسا جوب job عطا فرمائے، ایسے شغل عطا فرمائے، ہر طرح کی تنگی کو وسعت سے بدل دے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھاگے ہوئے گئے، یہودی سے جا کر کہا کہ میں مزدوری کے لئے تیار ہوں، کوئی مزدوری، کوئی کام میرے لئے؟ تو اُس نے کہا کہ کنویں میں سے پانی میرے باغ میں اس طرف ڈالو۔ ایک ڈول پانی کا کھینچ کر ڈالو گے، تو ایک ڈول کے بدلہ میں ایک کھجور ملے گی۔ ایک ڈول کے بدلہ میں کیا دے رہے ہیں؟ ایک کھجور۔ کوئی مسلمان ہوتا، تو دیکھتا کہ بھئی، تو پہلے کھالے، یہ کھجور ہے، میرا باغ ہے، جتنی چاہے کھالے، جتنی چاہے اپنے گھر لے جا، اور تیرا جو ملازمت کا سودا ہے وہ ہمارا الگ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تعداد بیان فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے سترہ ڈول کھینچ کر ایک ڈول کے بدلہ ایک عجوہ کھجور اُس سے لی اور میں نے لے جا کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ کھجوریں پھیلا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی سے چمکنے لگا۔ پوچھا کہ

علی! یہ اتنی عمدہ کھجوریں کہاں سے لائے؟ تو میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! پہلے آپ کھانا شروع فرمائیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا شروع فرمایا، اُس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضور کے فاقہ کا حال مجھے فاطمہ نے بتایا تو میں فلاں یہودی کے باغ میں گیا، اور میں نے اُس کے یہاں مزدوری کی اور اس کے بدلہ میں، میں یہ لایا ہوں۔ کتنی دعائیں، توجہات ملی ہوں گی۔

یہ جو سلسلہ چل رہا ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا روحانی سلسلہ، خاندانی سلسلہ، سادات کا سلسلہ، قیامت تک کے لئے چلے گا، اس خدمت کی برکت سے کہ جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن سے مصاحبت رہی اور بچپن سے جو خدمت کا موقعہ ملا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو، قدم قدم پر اپنی جان نثار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فداء کرنے کا اُن کو چانس chance اور موقع ملا، اس کی برکت سے یہ سلسلے قیامت تک ان شاء اللہ چلیں گے۔

اہلِ بیت سے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیار

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ان حسنین کے بارے میں اور سنئے، کہ ایک دفعہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لے جارہے ہیں۔ دیکھا کہ حضرت حسن کھیل رہے ہیں، تو اُٹھا کر اپنے کندھے پر سوار کرادیا۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ اپنے باپ سے مشابہ نہیں ہیں، یہ تو اپنی ماں اور اپنے نانا کے مشابہ ہیں۔ اب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہلِ بیت سے کتنا پیار ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ غزوۂ احزاب میں

یہ ابھی بتایا کہ جنگِ بدر پہلے ہوئی، پھر اُحد، یہ two، one ہوگیا۔ اور اس کے بعد اب three باقی ہے۔ اِن کے چونکہ برے دن لکھے جاچکے تھے، عقل ماری گئی تھی، اُن کی مَت ماری گئی تھی، اس لئے اتنی دفعہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اُن کو سمجھانے کے لئے، تازیانے بھی پڑے، بہت کچھ ہوا، لیکن سمجھ میں نہیں آیا۔

اب یہ تیسری دفعہ کے موقع پر قریش نے یہ سوچا کہ ہم مکہ والوں کو لے کر گئے، ان مسلمانوں کو بدر میں رام نہیں کر سکے۔ ہم مکہ کے اطراف والوں کو اپنے ساتھ ملا کر کے، پوری تیاری کر کے اُحد میں گئے، اور جنگِ اُحد ہوئی، اُن کو شکست نہیں دے سکے۔

اب مکہ والوں نے پورے عرب میں، جہاں جہاں وہ پہنچ سکتے تھے، وہاں اپنے قاصد بھیجے، کہ دیکھو، اپنے مذہب کو بچاؤ، اپنے مذہب کو بچاؤ۔ ورنہ یہ تمہیں اور تمہارے مذہب کو ختم کر دیں گے۔ ہر قبیلہ میں سے کسی نے کہا ہم پیسے دیتے ہیں، کسی نے کہا کہ ہم آدمی دیتے ہیں، کسی نے کہا کہ ہم جانور دیتے ہیں۔ پورے عرب سے چندہ اکھٹا کرتے ہیں، فوج اور لشکر اکھٹا کر کے آئے۔ اس لئے اس غزوہ کا نام ہی کیا، غزوۂ احزاب ہے، کہ یہ ایک لشکر نہیں تھا، کئی لشکروں کا مجموعہ تھا، تو اُن تمام لشکروں کو لے کر یہاں پہنچے، اور غزوۂ احزاب، غزوۂ خندق ہوتی ہے۔

اب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تو انسانیت کے لئے رحمۃ للعالمین بن کر آئے تھے، تو آئندہ کے لئے کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ تمام معجزات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مگر دنیا دار الاسباب ہے، اس کو ملحوظ رکھا گیا۔ اس کے مطابق فیصلہ کیا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے موقعہ پر کیسے دفاع کیا جائے کہ یہ اتنی بڑی فوجیں چاروں طرف سے یلغار کر رہی ہوں، تو کیا کرنا چاہئے؟ اُس کے لئے باقاعدہ مشورہ فرما رہے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ نے مشورہ دیا کہ ایسے موقعہ پر ہمارے ایران میں خندق کھودی جاتی تھی۔ چنانچہ وہ خندق کھودی گئی۔ یہاں بھی صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اوپر، ہم فوکس focus ڈالتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس میں جو نمایاں کردار تھا، بدر اور اُحد کی طرح سے، وہ یہ تھا کہ جو خندق کھودی گئی تھی، وہ اتنی چوڑی تھی کہ کوئی اپنے گھوڑے کے ساتھ، گھوڑا اگر چھلانگ لگائے، گھوڑا چھلانگ لگا سکتا ہے؟ میں نے پانی کے ایک کنارے، بینک bank سے دوسرے بینک، کنارہ تک چھلانگ کو سنا نہیں ہے، میں نے کہیں کودتے ہوئے سنا نہیں، لکڑی پر تو کودواتے ہیں

اور چھوٹی دیوار پر چھلانگ کی مشق کراتے ہیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں جن چیزوں کی بہت اہمیت تھی، ان میں سے فروسیت؛ گھوڑے سواری اور تیراندازی اور سباحت؛ تیراکی ہے۔ اور خود بھی آپ کا یہ حال تھا کہ نہ لگام کی ضرورت، نہ زین اور رکاب کی ضرورت۔ روایات میں ہے کہ ایک ہاتھ سے گھوڑے کا کان پکڑتے ہیں اور چند لمحات اور سیکنڈ میں اپنی جسمانی تمام قویٰ کو اکھٹا فرما کر ایک دم زمین سے گھوڑے کی پشت پر جست jump لگا دیتے ہیں۔ خیر۔

میں ایک دفعہ ہمارے نرولی سے ورتھی گھوڑے پر گیا۔ ورتھی سے واپس جب میں آرہا تھا، تو جو معروف راستہ، جس پر میں لے کر گیا تھا، اس کو چھوڑ کر میں نے سوچا کہ یہ دوسرا راستہ پیدل چلنے والے لوگ زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ اب مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہاں بہت بڑی کھاڑی بیچ میں آتی ہے۔ تو میں تو گھوڑے کو شوق میں تیز دوڑائے ہوئے جا رہا ہوں۔

میں تو اوپر ہوں، گھوڑے کے اوپر، تو وہاں سے جب میں نے دیکھا کہ اوہ! یہ تو ابھی ایک دو سیکنڈ باقی ہیں کہ گھوڑے کی اور میری موت یقینی ہے، کیوں کہ یہ کنارہ، بینک آ گیا اور اس کے بعد وہ سامنے بیچ میں پانی ہے اور اس کے بعد دوسرا کنارہ ہے۔ اور یہ جو نیچے اُترنا ہے، اس کے لئے گھوڑا اپنے آپ کو stop کرے، پھر آہستہ آہستہ اُترے تب اُتر سکتا ہے۔ اپنے آپ کو گھوڑا جو اتنا تیز دوڑ رہا ہے، کوئی چالیس پچاس میل سے زیادہ کی رفتار سے، تو وہ اپنے آپ کو stop کرے گا تو گر جائے گا۔

میں تو ابھی اس سوچ میں ہوں، اور گھوڑے نے جیسے ہی اس بینک کو دیکھا، تو اس نے فیصلہ کر لیا کیا کرنا ہے؟ اس نے ایک جو چھلانگ لگائی، تو دوسرے کنارہ پر کود گیا۔ میں گھوڑے سے جو اُترا ہوں اور میں نے اس کو اُتر کر جو پیار کیا ہے، گلے لگایا ہے۔

اس طرح یہاں پر جو خندق کھودی گئی تھی، تو وہ اتنی چوڑی تھی کہ اس طرح سواری اسے پھلانگ نہیں سکتی تھی، انسان تو کیا پار کر سکیں گے۔ مگر ایک جگہ وہ خندق چونکہ پتھریلی زمین میں

کھودی گئی تھی، اوراسی لئے چٹان کا واقعہ بھی پیش آیا تھا جس میں معجزہ ظاہر ہوا۔

میں نے عرض کیا کہ یہ سیرت میں تو بیان کیا جاتا ہے، یہاں اس وقت تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حالات ہیں، تو وہاں جو چٹان وغیرہ کی وجہ سے، جتنا چوڑا کھودا جانا تھا وہ نہیں کھود سکے تھے، تو وہ تنگ حصہ رہ گیا تھا۔ تو جو اتنا بڑا لشکر تھا، تو اُن کے پاس کئی لشکر جب جمع تھے، تو اس میں کیسے کیسے بہادر، اور کیسے کیسے ماہر لڑنے والے اُن کے پاس ہوں گے، اس کا اندازہ آپ کو اس قصہ سے ہوگا۔

انہوں نے ان کے جو گھوڑے سوار تھے، وہ چکر لگا رہے تھے کہ کس جگہ پر weak point ہے، انہوں نے مسلمانوں کا کمزور زاویہ دیکھ لیا کہ یہ خندق یہاں سے تنگ ہے، اس کو ہم آسانی سے کروس cross کر سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ جو گھوڑے سوار تھے وہ کروس cross کر کے مسلمانوں والے کنارہ پر پہنچ گئے اور ان کے سواروں نے خندق عبور کر لی۔ گھوڑے نے ایک چھلانگ لگائی اور دوسری سائڈ side پہنچے۔ اور وہاں سے وہ مسلمانوں کو للکار رہے ہیں۔ اور للکارنے والا کون ہے؟

کسریٰ کے فرستادہ تین ایرانیوں کا جو قصہ ہے کہ تین ایرانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے گئے تھے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جب یہاں تشریف لائے تھے، تو ملفوظات میں حضرت نے فرمایا تھا کہ میرے پیارو! اشارہ فرما کر حضرت فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، ایرانیوں کی شکل کو نہیں دیکھ سکے، بڑی بڑی مونچھیں، داڑھی منڈی ہوئی اور ہٹے کٹے پہاڑ جیسے تین آدمی، جس طرح کے ان تینوں کے جسم تھے۔ حضرت حسن بصری کا جسم بتایا تھا، کہ اُن کی ایک کلائی ایک بالشت کے برابر ہوتی تھی۔

میں کہا کرتا ہوں کہ یہ انہوں نے اتفاقاً تین آدمی نہیں بھیج دئے، اتنا بڑا ایمپائر empire، وہ غلطی نہیں کرے گا۔ وہ ایک ایک آدمی ہوتا تھا اُن کے پاس وہ اتنا ماہر ہوتا تھا، اور اتنا بہادر ہوتا تھا، اور اتنا طاقتور وہ ہوتا تھا کہ اس کا نام ہوتا تھا، کہ یہ ایک آدمی ایک ہزار افراد کی فوج کے برابر۔

ایک ہزار کی فوج جتنا کام کرے گی، اُس سے زیادہ یہ ایک آدمی کام کرے گا اور ایک ہزار آدمیوں کو شکست دے سکتا ہے۔

یہ جو خندق پار کر کے جو سوار پہنچے ہیں، اُن میں عمرو بن عبدود نامی ایک فوجی گھوڑے پر سوار تھا، جو مشرکین کی فوج میں تھا، اور وہ عرب میں مشہور تھا کہ یہ ایک آدمی تنہا، ایک ہزار فوجیوں کے برابر بہادری رکھتا ہے اور کام انجام دے سکتا ہے۔ تو اب اس نے آ کر دور سے تلوار ہلائی کہ آجاؤ، هَلْ مَنْ مُبَارِزٍ ؟ کوئی میرا مقابلہ کرسکتا ہے؟ کیوں؟ ایران نے تین کو کیوں بھیجا؟ کہ انہوں نے سوچا کہ یہ مدینہ منورہ کی کل آبادی کتنی ہے؟ ایران نے سوچا، اور انہوں نے دیکھا کہ یہ ایک ہزار بھی وہاں کی آبادی نہیں ہے، تو تین آدمی بھیج دئے، کہ تین آدمی ایک ہزار باشندوں کے لئے کافی ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ عمرو بن عبدود کے مقابلہ میں

اسی طرح یہ مبارز عمرو بن عبدود جب پہنچتا ہے اور تلوار سے اشارہ کرتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے پوچھتے ہیں، کہ کیا کیا جائے ابھی؟ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سب سے پہلے ہاتھ اٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن سے پرورش فرمائی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ نے دیکھا کہ یہ تو ابھی بچہ ہے، اور ان سے بڑے بڑے بہادر ہمارے پاس بھی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اشارہ فرمایا کہ نہیں، بیٹھے رہو۔ پھر اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دوسری دفعہ پھر اصرار فرمایا، پھر تیسری دفعہ مقابلہ پر جانے کی تمنا ظاہر کی۔

تیسری دفعہ کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ جانے پر مُصِر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ و سلم فرماتے ہیں، کہ علی! تمہارا مقابل کون ہے، تم جانتے ہو؟ پہچانتے ہو؟ تو حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عمرو بن عبدود کو میں جانتا ہوں، جو ایک ہزار کے برابر قوت میں شمار ہوتا ہے۔ تو اس کو پہچاننے کے بعد یہ میرا فیصلہ ہے کہ میں ہی جانا چاہتا ہوں۔ اصرار کر کے تیار ہوئے

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیج دیا۔ اپنے داماد کو، اپنے بیٹے کو بھیج دیا، اتنے بڑے بہادر کے مقابلہ کے لئے بھیج رہے ہیں۔

اور جب عمرو بن عبدود کے قریب پہنچے ہیں، تو اب دیکھئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذکاوت دیکھئے، بہادری کے ساتھ کس قدر ذکی تھے۔ کیوں کہ جو بہادر ہوتے ہیں، ان کو بیچاروں کو ایک ہی طرف، بوڈی بلڈ کرنے کی طرف توجہ رہتی ہے، تو ان کا دماغ زیادہ کام نہیں کرتا۔ کھانے، پینے، بوڈی بنانے میں رہتے ہیں، تو دماغ کی تیزی، ذکاوت کم ہوجاتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب اس کے مقابل پہنچے ہیں، تو وہ ہنستا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے شرم آرہی ہے کہ یہ ساری مخلوق دیکھ رہی ہے، تمہیں مار کر میں کیا کروں گا، کیا نام کماؤں گا؟ دنیا کہے گی کہ ایک بچہ کو مارا۔ تو اس لئے خدا کے واسطے تم واپس چلے جاؤ، میرا جو مدِ مقابل ہو، اس کو میرے سامنے میرے مقابلہ کے لئے بھیجو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ اب یہ جس طرح مجھے سمجھ رہا ہے، تو میں اس کو اچھی طرح سمجھا دوں۔ دوسرا یہ کہ اس طرح سمجھا دوں کہ یہ مقابلہ سے بھاگ ہی نہ سکے، کسی طرح نہ بھاگ سکے۔ ڈر کر تو بھاگنے کا عمرو بن عبدود کے لئے کوئی سوال نہیں تھا۔ یہ جو اُس کا عذر تھا، واقعی معقول تھا کہ ایک بچہ اُس کے ساتھ اتنا بڑا بہادر کیسے لڑے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا کہ اچھا عمرو! تجھے یاد ہے کہ تو نے قریش سے ایک عہد کیا تھا، میں بھی قریش میں سے ہوں، قریش سے تو نے ایک عہد کیا تھا۔ اس نے جواب دیا، ہاں بالکل یاد ہے۔ حضرت علی نے فرمایا، اچھا آج تیرے اس عہد کا امتحان ہے کہ تو نے سچ مچ اللہ سے عہد کیا تھا یا نہیں کیا تھا اور اُس میں تو وفا کرتا ہے یا نہیں۔ تو نے کہا تھا کہ قریش میں سے کوئی قریشی دو باتیں پیش کرے گا تو اس میں سے ایک ضرور اُس کی مان لوں گا۔ یہ اس نے عہد کیا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا کہ اچھا، دو میں سے پہلی بات میں پیش کرتا ہوں۔ میں تجھ پر اسلام پیش کرتا ہوں کہ اپنی جان بچانے کے لئے، اپنے اوپر رحم کھاتے ہوئے تو اسلام لے آ۔

یہ سچے نبی ہیں، یہ تمام معبود باطل ہیں، اللہ وحدہ لاشریک، تنہا خالق اور مالک ہے، سب کا پیدا کرنے والا ہے، **اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله**، تو پڑھ لے اور اسلام لے آ۔ تو اس نے کہا کہ نہیں، تو ایک مطالبہ کی نفی ہوگئی۔ اب وہ پھنس گیا، اب جو بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمائیں گے، تو وہ اس کو ماننا پڑے گا۔

اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس سے فرمایا، اب میری تجھ سے دوسری درخواست ہے کہ مجھے تجھ سے لڑنا ہے۔ کیسے پھنسایا! ذکاوت دیکھئے، اب اسے اتنی شرم آئی، اتنی شرم آئی، اور اسے اپنے ایک ہزار کے برابر ہونے پر اتنا یقین تھا، اُسے سارا عرب مانتا تھا، وہ یقیناً تھا بھی ایک ہزار کے برابر۔ تو اس نے خود ہی اترتے ہی تلوار ماری اپنے گھوڑے کے سر پر اور پیر پر، اور اُس کو کاٹ کر رکھ دیا کہ مجھے اس بچہ سے لڑنے کے لئے گھوڑے کی کیا ضرورت ہے! کاٹ کر گرا دیا۔

پھر مقابلہ شروع ہوا، تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تلوار، لکھا ہے کہ ایک تلوار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماری ہے، تو اس کی زرہ کو کاٹ کر، گردن کو کاٹ کر، اس کے جبڑے کے دو ٹکرے کر کے رکھ دئے۔ ایک وار میں کام تمام کر دیا۔ کہتے ہیں اس کے جبڑے کے بھی دو ٹکڑے اور زرہ گردن کے پاس سے الگ ہوگئی اور سر کا حصہ الگ ہوگیا۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کردار جنگِ احزاب میں تھا۔

اَلْاٰنَ لا یَغْزُوْنَنَا

آگے پھر جنگِ احزاب کیسے ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح نصرت اور مدد فرمائی۔ یہ قرآن کریم میں ہے کہ اُن کو بھاگنا پڑا، اللہ تعالیٰ نے ایسی طوفانی ہوا بھیجی کہ ان کے خیمے الٹ گئے، اور وہ بھاگے۔

جب وہ جا رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب پیشن گوئی فرمائی کہ **اَلْاٰن لایَغْزُوْنَنا وَنَغْزُوْهُم**، بدر one احد two اور خندق three ہو چکا۔ **اَلْاٰن لایَغْزُوْنَنا**، یہ پیشن گوئی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ اب یہ ہم سے کبھی نہیں لڑ سکتے، اب ان کو بھول جاؤ، ماضی کی داستان بن گئے، اب قریش اور عرب بت پرست کبھی نہیں لڑ سکتے۔ اُن کی جرأت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔ اور نَغْزُوهُم، فرمایا اب جس طرح انہوں نے، بدر میں آئے، اُحد پر چڑھ آئے، احزاب کو لے آئے attack،three,two one, کئے تھے، ایک سے ایک بڑھ کر زور آزمائی کی، تو ہم اس سے زیادہ نہیں کریں گے۔ جیسا انہوں نے کیا ہے، ہم اسی طرح ہر چیز میں بدلہ چکائیں گے۔

اللّٰه أعلىٰ و أجل!

جس طرح کہ وہاں احد میں جب مسلمانوں کو پہلے فتح ہوئی، پھر غلطی کی وجہ سے شکست ہوئی، تو شکست پر ابوسفیان نے کہا، اپنی فوج سے کہا کہ نعرے لگاؤ، اعل هبل، جس طرح کہ ہم کہتے ہیں نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر، تو اس نے کہا کہ اعل هبل، کہ آج ہبل بلند رہا۔ تو وہ نعرے لگا رہے ہیں، صحابۂ کرام سن رہے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جواب کیوں نہیں دیتے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ نعرہ لگا رہے ہیں، اب نعرہ سے کوئی چوٹ تو نہیں لگتی تھی، وہ جا رہے تھے نعرہ لگاتے ہوئے، کوئی خطرہ بھی نہیں تھا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، ہر چیز کا جواب ہونا چاہئے، اس کا بھی جواب دو۔ تو صحابہ کرام پوچھتے ہیں کہ یا رسول اللہ، ہم کیا جواب دیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کہتے ہیں کہ اُعْلُ هُبل تو تم کہو اللّٰه أعْلىٰ وَ أجَلّ ۔ اسی کے قافیہ پر جواب دیا گیا۔ پھر آگے اور بھی نعرے ہیں جن کا اسی طرح جواب دیا گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ صلح حدیبیہ میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، اَلْآنَ لَایَغْزُونَنَا وَنَغْزُوهُم، تو کیسے نَغْزُوهُم؟ وہ جیسے تین دفعہ آئے تھے، اس کے جواب میں ہم بھی تین دفعہ جائیں گے اور انہیں للکاریں گے۔ اس

لئے پہلے حدیبیہ، پھر عمرۃ القضاء، پھر فتح مکہ ہوتا ہے۔ اس طرح three, two one ہوتا ہے۔

اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ اب ہمیں عمرہ کے لئے جانا ہے، کوئی لڑائی کی بات نہیں، صرف عمرہ کرنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب بھی دیکھا تھا۔ تو اب احرام باندھ کر اتنی بڑی جماعت مکہ مکرمہ کی طرف رواں دواں ہے، وہ مکہ مکرمہ سے باہر آ کر روکتے ہیں۔ تو یہاں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود ہیں، ہر وقت کا ساتھ تھا، بدر میں ساتھ تھے، احد میں ساتھ تھے، ہر قدم، ہر سانس میں خدمت انجام دیتے تھے۔ صرف کہیں کہیں سے تھوڑی جھلک آپ کو دکھائی ہے۔

حدیبیہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جو نمایاں کام تھا، وہ یہ کہ جب قریش نے روکا اور جانے نہیں دیا، اور یہ طے پایا کہ اس سال تم واپس چلے جاؤ، اور ہم ایک معاہدہ لکھتے ہیں، اس معاہدہ کے مطابق عمرہ کرنے کے لئے پھر تم آ سکتے ہو۔ تو جو معاہدہ لکھا جا رہا تھا، اس کے لکھنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

لکھا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکھو **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم**، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کاتب ہیں، لکھا **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم** ۔ اب وہ کفار کی طرف سے سہیل ابن عمرو کہتا ہے، نہیں، یہ **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم** مت لکھو، جو پہلے آپ لکھتے تھے، **بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ** وہی لکھو۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا بھئی، یہ جس طرح کہتے ہیں وہ لکھو۔ اُس طرح لکھا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے فرمایا کہ لکھو، **مِنْ مُحَمَّدٍ رَسولِ اللّٰہ**، کہ یہ معاہدہ محمد رسول اللہ کا قریش کے ساتھ ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، رسول اللہ مت لکھو، **مِنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہ** لکھو، کیوں کہ اگر ہم یہ مانیں، رسول اللہ لکھنے کی ہم اجازت دیں، تو گویا ہم نے مان لیا، اسی پر تو ہمارا تمہارے ساتھ جھگڑا ہے کہ ہم آپ کو نہیں مانتے کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں، اللہ کے

رسول ہیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاہے تم مانو، نہ مانو، میں تو اللہ کا پیغمبر ہوں۔
انہوں نے کہا کہ نہیں، اس کو مٹا دو۔تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ اچھا، اس کو مٹا دو اور لکھ دو اِبْنِ عَبْدِ اللّٰہ۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا، پورے طور پر ہر وقت ذہن حاضر رہتا تھا، کسی جگہ تھکاوٹ کے وجہ سے، حالات کی وجہ سے، کہیں ذرا سی غَیبت نہیں ہوتی تھی، ذرا بھی توجہ ادھر اُدھر نہیں ہوتی تھی۔یہاں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ لَا اَمْحُوکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی، میں اس کو مٹاؤں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

الأمر فوق الأدب یا الأدب فوق الأمر؟

اب یہاں ایک بحث شروع ہوگئی کہ، الامر فوق الادب یا الادب فوق الامر؟ کہ حکم ہو رہا ہے، امر ہو رہا ہے کہ ایسا کرو، تو یہ ادب کے خلاف ہو تو بھی کرنا چاہیئے؟ یا ادب امر کے اوپر غالب رہتا ہے؟ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ہمیں ادب یہ بتایا کہ ادب ایسے موقعہ پر یہ ہے کہ چاہے حکم دیں تو بھی خلافِ ادب نہ کرو، ایسا نہیں کر سکتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا مجھے بتاؤ کہ رَسُوْلُ اللّٰہ کہاں ہے؟ کیوں کہ نبی اُمی ہیں۔میں بار بار اپنے بیان میں کہتا رہتا ہوں کہ ہم جو قرآن شریف پڑھتے ہیں، تو پہلے سوچیں اے اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اُمی تھے، کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن نکل سکا؟ اُمّی تو پڑھ ہی نہیں سکتے۔اتنا فصیح بلیغ کلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلنا، یہ خود ایک معجزہ۔امی کی زبان سے کیسے یہ کلام ادا ہو پایا۔

وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو مٹا دو۔پھر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹایا، پھر فرمایا کہ اس کی جگہ لکھو مِنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدَ اللّٰہ۔اب یہ حدیبیہ one، (ون) ہو گیا، ایک ہو گیا۔اب اُس میں ایک دفعہ اور ایک کالم یہ تھی کہ اس سال واپس جاؤ۔مسلمان واپس چلے

گئے۔آئندہ سال پھر واپس آؤ۔اسی بناء پر پھر عمرۃ القضاء کا سفر ہوا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ عمرۃ القضاء میں

حدیبیہ کے عمرہ کی قضاء کرنے کے لئے آئے،تو اس عمرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، عمرۃ القضاء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہیں۔اس میں بھی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کا قصہ پیش آیا، اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

اس عمرۃ القضاء کے سفر میں صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ اکتَنَفْنا،اب قریش کا بچہ بچہ دشمن ہے، چاروں طرف دشمن ہیں اوران کے بیچ میں مسلمان عمرہ کرنے کے لئے احرام میں ہیں۔تو صحابۂ کرام کو ہر وقت اس کا خیال اور خوف ہے کہ کہیں کسی طرف سے شرارت نہ ہو،مشرکین مکہ کو کسی چیز کا،معاہدہ کا، یا کسی چیز کا پاس اور لحاظ نہیں ہوتا۔یہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم ہر وقت ،ایک دوسرے کے کندھے کے ساتھ کتف کو کتف کے ساتھ ملا کر کے چلتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مشرکین کی طرف سے تکلیف پہنچنے نہ پائے،تو اس میں ہر جگہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیش پیش ہیں۔

سفر حدیبیہ اور پھر عمرۃ القضاء،one,two ہو گیا اور اب،three باقی ہے۔

عمرۃ القضاء کے بعد پھر واپس مدینہ منورہ تشریف لے آتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا تھا کہ اب نَغزُوهُم۔اب ہم نے کفر کو بہت مہلت دی، بہت مار کھائی ،جس طرح وہ چاہتے تھے،اس طرح ہم لیٹ جاتے تھے،اور وہ مارتے رہتے تھے، گرم پتھروں پر، کانٹوں پر گھسیٹتے تھے،سب کچھ ہم نے برداشت کیا۔

دشمن کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ہم نے کہا وہ تو تلوار ماری کہیں نہیں ،صرف تلوار دکھائی ہے۔نَغزُوهُم،تو یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اب چلنا ہے،لیکن مکہ

مکرمہ کی طرف بعد میں جائیں گے، اِدھر اُتنا ہی بڑا دشمن خیبر میں ہے۔تو اس لئے مکہ کی طرف جانے سے پہلے مدینہ منورہ کو محفوظ کر دیا جائے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف لے جاتے ہیں۔یہ غزوہ خیبر ضمن میں ہو رہا ہے، ابھی three نہیں ہوا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ خیبر میں

کہ خیبر تشریف لے جاتے ہیں تو وہاں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا سب سے اونچا کردار ہے۔جیسے ہی ان کے مبارز نکلتے ہیں، ان میں سے مرحب نکلتا ہے، اور تلوار ہلاتا ہوا آتا ہے کہ مقابل کون ہے، هَلْ مِنْ مُبَارِز ؟ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بدر میں اپنے مقابل ولید کا جو حال کیا تھا اور خندق میں اپنے مقابل عمرو بن عبدود کا جو حال کیا، اس سے برا حال مرحب کا خیبر میں ہوا۔اور اسی مبارزہ کے ساتھ ہی یہ جنگ تو ختم ہوگئی تھی۔جو فوجوں کی جنگ ہے، اس کی نوبت یہاں نہیں آئی تھی۔پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قلعہ کا پھاٹک کھولا تھا، اسی لئے فاتحِ خیبر ہیں۔

اب خیبر کی صفائی کے بعد، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کا فیصلہ فرماتے ہیں۔one یہ حدیبیہ کا سفر، two یہ عمرۃ القضاء، اور اب three ہو رہا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ اندر اندر مکمل تیاری کر لو، لیکن کسی کو بتایا نہ جائے۔صرف باقاعدہ جو فوج تھی، جن کو تیاری کے لئے کہا گیا کہ آپ کو چلنا ہے، آپ کو چلنا ہے، اُن کو معلوم ہے کہ تیاری ہو رہی ہے اور کہاں کی ہو رہی ہے۔تو ان کو بتایا گیا کہ ہم مکہ مکرمہ جا رہے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فتح مکہ میں

حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ مہاجرین میں سے تھے، مکہ سے وہ ہجرت کر کے آئے تھے۔اُن سے ایک غلطی ہوگئی کہ ان کے بیوی بچے وغیرہ مکہ مکرمہ میں تھے۔تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صاف صریح حکم کے باوجود کہ کسی کو بتانا نہیں، کہ کسی ایک فرد

کو بھی نہ بتایا جائے، مگر انہوں نے، حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے ایک چٹھی لکھی مکہ مکرمہ، زعماءِ قریش کے نام کہ خبردار! خیال رکھنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر حملہ کی تیاری فرما رہے ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ اس کی اطلاع ہوگئی کہ یہ کوئی خط جا رہا ہے، ایک عورت کے ذریعہ کسی نے بھیجا ہے، حاطب ابن ابی بلتعہ نے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور حضرت مقداد، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، تین سواروں کو بھیجا۔ فرمایا کہ جاؤ، مکہ مکرمہ کے راستہ پر، اور روضۃ خاخ نامی جگہ پر، پوری نشاندہی فرما دی۔ ہمارے زمانہ میں آپ حضرات کو جس طرح ٹوم ٹوم لاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری نشاندہی فرمائی کہ فلاں جگہ پر، فلاں راستہ پر، وہاں وہ عورت ملے گی۔ اُس عورت کے پاس چٹھی ہے، وہ لے کر آؤ۔

اب یہ تینوں سوار وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ وہ عورت ہے۔ اس سے کہا کہ خط نکالو۔ اس نے کہا میرے پاس خط نہیں ہے۔ طرح طرح سے اس کو سمجھانے کی، دھمکانے کی کوششیں کی، کوئی چیز کارگر نہیں ہوئی۔ تو بالآخر انہوں نے کہا کہ دیکھو، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، تو ذرہ بھر اس میں کوئی شک شبہ نہیں ہوسکتا۔ یا تو دو میں سے ایک تو اپنے لئے پسند کر لے، یا ہم تجھے ننگا کریں وہ چٹھی تلاش کرنے کے لئے، یا تو خود ہی دیتی ہے؟

اس نے دیکھا کہ اب یہ مجھے پکڑیں گے، تو اس نے کہا کہ اچھا، تم لوگ ادھر منہ کر لو۔ اُدھر منہ کیا تو اُس نے اپنے کپڑوں میں سے نکال کر چٹھی دی۔ انہوں نے چٹھی وہاں نہیں پڑھی، بلکہ لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دی کہ یا رسول اللہ، یہ وہ چٹھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب ابن ابی بلتعہ کو بلایا، انہوں نے پہلے ہی ہاتھ اوپر کئے کہ یا رسول اللہ! میں نے کسی غداری، خیانت کی وجہ سے نہیں کیا، مجھے کوئی شک شبہ کچھ نہیں تھا، مجھے تو اس کا یقین اور میرا عقیدہ تھا کہ یہ میں اطلاع ان کو کر دوں گا، تو میری اطلاع آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی، لیکن میری اطلاع کرنے سے میرا ان پر ایک احسان ہو جائے گا۔ میرے بچوں کی دیکھ بال کرنے والا وہاں کوئی ہے نہیں، میرے خاندان میں سے کوئی نہیں، کیوں کہ وہ باہر سے

آ کر وہاں بسے تھے۔عرب باہر کے آدمی کو اپنے قبیلہ میں داخل کر لیتے تھے۔تو اُن میں سے یہ حضرت حاطب ابن ابی بلتعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، مکہ والوں میں سے اور قریش میں سے نہیں تھے۔

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اسی وقت فرمادیا کہ یہ سچ کہتا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً تلوار اٹھائی کہ یارسول اللہ، اجازت دیں؟ میں اس کی گردن اُڑادوں؟ کہ اس نے اس طرح ایسی حرکت کی، کہ قریش کو چٹھی لکھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، یہ سچ کہتا ہے، اس نے جو کچھ سچی بات تھی، وہ عرض کردی۔اور تم نے نہیں پڑھا کہ اللہ نے کتنا اونچا بدریین کو مرتبہ دیا ہے۔

جہاں کہیں بدریین کی بات آتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جگہ جگہ فرماتے تھے کہ تم نے نہیں پڑھا کہ اللہ نے تو پہلے ہی فرمادیا کہ **اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُم فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ اَوْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ**، کہ آئندہ کے لئے جو چاہے کرتے رہو، سب اللہ کی طرف سے معاف ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناقدین نے یہ نہیں پڑھا ہے کہ یہ صحابہ کا مقام کیا ہے اور بدریین کیا ہوتے ہیں؟ **اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُم فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ اَوْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ** کیا ہے؟

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرمادیا، وہ بھی اتنی بڑی غلطی پر۔کتنی بڑی غلطی؟ دنیا کی کوئی فوج، کوئی حاکم معاف نہیں کرسکتا کہ یہ تو ہمارا غدار ہے اور اُن کا جاسوس ہے، اس کو کوئی معاف نہیں کرسکتا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر! یہ سچ کہتے ہیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو معاف فرمادیا۔اب فتح مکہ کے لئے جو فوج چلی یہاں سے، اس میں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ساتھ ساتھ ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دورِ صدیقی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر وقت کے حاضر باشوں میں رہے اور جو قرب رہا، تھوڑے سے نمونے آپ کو بتا دئے۔ اب خلفاء کرام کا ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کس طرح دیتے ہیں، وہ سنئے۔

حضرت صدیقِ اکبر خلیفہ ہوتے ہیں، ہمارے یہاں ایک دفعہ میں نے تاریخ کے نصاب کے لئے ایک تیاری شروع کی تھی، ایک کمزوری ہے ہمارے نصاب میں، تاریخ کی، اسلامک ہسٹری history کی، پورے طور پر جو مکمل نبوت اور خلافت کی ہسٹری ہے، وہ نہیں پڑھائی جاتی۔ تو میں نے، بالکل ابتدائی دور میں کتابیں منگوائیں تھی، ان میں ہماری جماعت کی لکھی ہوئی ایک کتاب تھی۔

میں نے طلبہ کو دینے سے پہلے، اس کو چیک check کیا، تو مجھے اس میں ایک غلطی نظر آئی، کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت تو کی تھی مگر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کے انتقال کے بعد کی تھی۔ گویا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے سے لے کر چھ ماہ تک اُن کو وہ خلیفہ نہیں مانتے تھے۔

جنہوں نے یہ مضمون لکھا تھا، ان کو خط لکھا تھا۔ یہ کتاب سالوں پہلے تیار کی جا چکی تھی، اور دنیا میں ہر جگہ چھپتی تھی، اور پڑھائی جاتی تھی۔ تو میں نے اُن کو خط لکھا، دو تین جگہ لکھا تھا، لکھنؤ بھی لکھا تھا، ان کے نام جو اس کام میں شریک تھے کہ بہت بڑی غلطی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر بڑا بہتان ہے، الزام ہے۔

کیوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت تو جس طرح تمام صحابۂ کرام نے نورمل normal، کی تھی، صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق سب کا فیصلہ ہوا، اسی وقت کر لی تھی۔

بس فرق صرف اتنا ہے کہ سب نے جو سقیفہ بنو ساعدۃ میں تھے، انہوں نے بیعت اس وقت کر

لی۔ پھر اگلے دن مسجد نبوی میں منبر پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بٹھایا گیا، اور وہاں پھر تمام مجمع نے آ کر بیعت کی، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اہل بیت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز اور تکفین میں مشغول تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کو چھوڑ کر تو ادھر نہیں آ سکتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی دفن نہیں کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز اور تکفین میں وہ مشغول تھے۔ اس لئے جو حضرات سقیفہ بنو ساعدۃ میں موجود نہیں تھے، پھر اگلے دن جو مسجد نبوی میں بیعت ہوئی اس میں نہیں تھے۔

اس لئے جیسے ہی تدفین سے فراغت ہوئی تو تیسرے دن آ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، اپنے وقت پر کی تھی۔ صحابہ میں سے کسی کو کوئی شکویٰ، شکایت نہیں تھی۔

میں نے اس کتاب کے متعلق یہ پوچھا کہ یہ تم نے کیسے لکھ دیا اپنی کتاب میں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد بیعت کی تھی۔ یہ کوئی حدیث، قولِ رسول، فعلِ رسول کی روایت نہیں، مجرد تاریخی داستان ہے۔

جب ایک بڑی جماعت اس تاریخی داستان کو معمول کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کو نقل کر کے کہتی ہے کہ بیعت تیسرے دن ہی کر لی تھی، مگر چھ مہینہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مرض الوصال جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کے دن سے شروع ہو کر چھ ماہ رہا، مگر اس کے بعد مشغولیت کی بناء پر پوری قوت کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفۂ وقت کا ہاتھ نہیں بٹا سکتے تھے۔ اس لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد پھر اپنے آپ کو مکمل طور پر پیش کر دیا کہ اب علی آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ یہ دوسری دفعہ بیعت ہے۔

یہ تاریخی داستان خلاف واقعہ نقل ہونے میں ابن شہاب زہری کی ایک عادتِ ادراج اس کا سبب بن گئی، جیسا کہ محققین لکھتے ہیں کہ **فکان بعض اقرانہ ربما یقول لہ افصل**

کلامک من کلام النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ یہ تاریخی داستان ابن شہاب زہری سے ۲۵ طرق سے مروی ہے۔ خود ان میں تضاد ہے کہ ۲۵ میں سے ۹ طرق میں **غضب و ھجران فاطمہ** مذکور نہیں۔ اسی طرح کئی طرق میں تاخر بیعت مذکور نہیں۔ اسی طرح ابن شہاب کے علاوہ جو دوسری گیارہ کے قریب اسناد و طرق سے یہ داستان مروی ہے، وہ ابن شہاب سے اس کے نقل میں اختلاف کرتے ہیں۔ اسی لئے شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دام مجدہم نے تکملہ فتح الملہم میں بیسیوں صفحات میں اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔ **فجزاہ اللّٰہ عنّا خیر الجزاء**۔

یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کتنا تعلق تھا، اور کتنے فدا تھے حضرت صدیق اکبر پر، اس کے پچاسوں قصے ہیں، مگر شیعہ، ان کی اذان ہم سے مختلف ہے، وہ کہتے ہیں کہ **اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًا وَلِی اللّٰہِ وَ خَلِیْفَتُہٗ بِلا فَصل**، کہتے ہیں کہ حضرت علی اللہ کے ولی، اور خلیفہ ہیں، اور اُن کی خلافت چوتھے درجہ پر نہیں ہے، بلا فصل ہے، پہلے نمبر کی ہے۔ کہتے ہیں یہ تو سب غاصب تھے صدیق اکبر بھی، اور عمر فاروق بھی، اور عثمان غنی بھی۔ تو اس لئے وہ کہتے ہیں کہ **و خلیفتہ بلا فصل**۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھ ماہ بعد بیعت کے قائلین سے ہم نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسی وقت بیعت ہو گئے تھے جس وقت سب ہو رہے تھے، ابھی تو باہر سے مدینہ منورہ کے باہر جو لوگ رہتے تھے وہ آ کر بیعت نہیں ہوئے تھے، اُن سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیعت ہو گئے تھے۔

بیعت ہونے کے بعد جب مرتدین سے جنگ شروع ہو رہی ہے، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ مرتدین سے جنگ کا، فوج کا سپہ سالار وہ ابوبکر ہوگا۔ اور حضرت صدیق اکبر تیار ہو کر نکل پڑے۔ تو نکل پڑے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سب منا رہے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منانے کی کوشش کر رہے تھے، واپس لانے کی کوشش کر رہے تھے

کہ یہ فیصلہ خدارا آپ نہ کیجئے، آپ نہ جایئے، تو ان کو زبردستی اصرار کر کے، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو کون لایا ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ لائے ہیں۔

اگر حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ذہن میں، دل ودماغ میں کوئی کسی درجہ میں ذرہ بھر بھی کوئی خیال تھا کہ خلافت میرا حق تھا، تو وہ تو جانے دیتے کہ اچھا ہے، جا کر مریں تو میں اِن کے بعد خلیفہ بنوں۔ مگر وہ تو وہاں سے اصرار کر کے لائے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جا چکے تھے، تو یہ دورِ صدیقی میں سب سے اہم کردار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس جگہ پر ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دورِ فاروقی

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور آتا ہے، تو یہاں بھی طرفین کو انتہائی تعلق ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اتنی محبت تھی، اتنی محبت تھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ آپ نے دیوان مرتب کرائے، سب کے وظائف متعین فرمائے کہ اب اللہ تعالیٰ نے بیت المال کو خزانوں سے بھر دیا ہے، تو سب کو وظائف دیں گے، تو سب سے پہلے جس کا نام لکھا گیا، کس کا؟ فرمایا کہ سب سے پہلا حضرت علی کا نام لکھو۔ اور سب سے زیادہ بڑی تنخواہ کن کی؟ حضرت علی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا وظیفہ چار ہزار رکھا، اور حضرت علی کے لئے پانچ ہزار کا وظیفہ بیت المال سے جاری فرمایا۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان پر کیسے فدا تھے؟ جس کی وجہ سے شیعہ متہم کرتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو، کہ ام کلثوم چھوٹی سی بچی چھین لی تھی۔

ہم نے کہا کہ نہیں، جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہو کر چھ سالہ بچی پیش کی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں دی تھی، اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عمر پر اتنے فدا تھے کہ اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم کو آپ کی خدمت میں خود پیش کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر اتنے خوش ہوئے، اتنے خوش

ہوئے کہ حضرت عمر نے اس وقت مروجہ مہر سے تقریباً ایک سوگنا زیادہ مہر، یعنی چالیس ہزار درہم ادا فرمایا تھا۔ اور خود شیعہ حضرات کے یہاں بھی یہ روایت ملتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دورِ عثمانی

آگے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سب سے اہم کردار بہت نازک حالات میں ہوتا ہے، جب لشکر مصر سے باغیوں کا تیار ہو کر کے آتا ہے۔ دو دفعہ وہ باغی مصر سے تیار ہو کر آئے ہیں۔ جب پہلی دفعہ تیار ہو کر آئے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پتہ چلا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہر سے باہر پہنچے، مدینہ منورہ کے راستہ میں دور جا کر، وہاں اُن سے ملے، اور جا کر اُن کو ڈانٹا اور کہا کہ تم کاہے کے لئے آرہے ہو؟ تو کہا کہ نہیں، ہم تو آپ ہی کے وجہ سے آرہے تھے۔

آپ نے فرمایا میری وجہ سے؟ فرمایا کہ عثمان تو میرے خلیفہ ہیں، تو میں اُن کو خلیفہ مانتا ہوں، میرے امیر المؤمنین ہیں۔ اور پھر اُن کی ہر شکایت کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی طرف سے جواب دیا، اور اُن کو ڈانٹ کر کے واپس بھیجا۔

پھر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر دوسری دفعہ وہ اچانک حملہ آور ہوئے، اور آپ کو گھیر لیا گیا، تو اپنے دونوں شہزادوں کو، حسنین کو بھیجا۔ اُن کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت کے پہرہ کے لئے حضراتِ حسنین کو بھیجا۔ اتنے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ پر فدا تھے۔

اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خاندان میں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں، تمام پشتوں کا تعلق خلفاء ثلاثہ کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اتباع میں مثالی رہا۔ ابوبکر نام رکھے گئے، حضرت عمر کا نام رکھا گیا۔

یہ ایک لمبی داستان ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان شیعوں کو بھی ہدایت عطا فرمائے، ان کی دسیسہ کاریوں کا بڑا فکر ہو رہا ہے، اُمت مسلمہ پر سب سے زیادہ جو بڑے خطرات ہیں، اُن میں

سے ایک بڑا خطرہ اِن کا بھی ہے۔حرمین کو اور دوسرے خطرات بھی ہیں، بڑا خطرہ اِن کا بھی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ حرمین کی حفاظت فرمائے،اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔

اب آپ حضرات واپسی کی تیاری فرما رہے ہیں۔ہمارے بزرگوں میں ایک خواجہ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کی بہت بڑی خانقاہ تھی۔خانقاہ میں کوئی آدمی آتا،تو اُن کا ایک سوال آنے والے سے ہوتا۔ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرت کا بھی معمول تھا کہ جو مہمان آیا اس سے السلام علیکم،کون ہو؟ کیوں آئے ہو؟ کب تک ٹھہروگے؟ ایک سانس میں تین سوال ہوجاتے۔حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ لکھنؤ سے ایک صاحب آئے تھے۔انہوں نے پھر جاکر ایک خط لکھا تھا،وہ بڑا دلچسپ تھا،جس میں حضرت کے اس معمول پر بھی ان کا تبصرہ تھا۔

حضرت خواجہ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جو کوئی مہمان پہنچتا تو وہ پوچھتے تھے کہ مسافر ہو یا مقیم؟ وہ اگر کہتا کہ مقیم ہوں کہ جب تک آپ فرمائیں، ہمیشہ کے لئے آگیا ہوں۔ فرماتے کہ آجاؤ۔

اور اگر وہ کہتا کہ مجھے تو فلاں جگہ جانا ہے،راستہ میں جارہا تھا،تو مجھے ایک ہفتہ رہنا ہے،ایک مہینہ رہنا ہے،تین دن رہنا ہے۔تو فرماتے کہ نہیں،آپ اپنا کام کریں،آپ جائیں۔وہ کہتا کہ نہیں، مجھے تو حضرت کچھ دن،تھوڑی مدت تو رہنا ہے۔فرماتے کہ نہیں۔بات یہ ہے،آپ یہاں رہوگے، ایک مہینہ کے بعد، دو مہینے کے بعد،تین مہینے کے بعد،آپ کہوگے کے مجھے جانا ہے۔اور آپ کے اس رہنے کی وجہ سے مجھے تم سے ایک قسم کا اُنس ہوجائے گا،تو پھر میں آپ کو کیسے چھوڑوں گا؟

تو آپ لوگ بھی ہفتہ سے،عشرہ سے یہاں ہیں،اتنی مجلسیں آپ کے ساتھ ہوئیں۔اللہ تعالیٰ بار بار ہمیں اس طرح نیک کاموں پر اکھٹا فرمائے،اور اللہ تعالیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمیں جنت میں بھی اکھٹا فرمائے۔